کو بدل ڈالا اسی لئے روایتوں میں وادخلوالباب سجدا وقولوا حطۃٌ کی تفسیر اس طرح مذکور ہوتی ہے جیسے ہمارے مفسرین بیان کرتے ہیں مگر یہ تو ایک ضمنی بات ہے جو اس میں شامل تو ضرور ہو سکتی ہے لیکن اسی کو اصل نہیں قرار دیا جا سکتا اس لئے میرے نزدیک اس آیت میں اسی اصل تبدیلی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے باقی ضمناً وہ بھی شامل ہو جائے گی۔

(۳) یہ بھی حقیقت ہے کہ قرآن مجید کی اصل اور صحیح تعبیر کو سمجھنے کے لئے خود قرآن سے رہنمائی طلب کرنا ضروری ہے اسی لئے سلف سے لے کر خلف تک یہ اصول مسلمہ چلا آرہا ہے کہ القرآن یفسر بعضہ بعضا (قرآن کے بعض اجزاء بعض کی تفسیر کرتے ہیں) اگر یہ اصول صحیح اور صائب ہے تو پھر ہماری تاویل حسن تاویل کا بہترین نمونہ ہے کیوں کہ قرآن کا یہ نہایت معروف طریقہ بیان ہے کہ وہ ایک ہی بات کو کہیں مجمل طور سے بیان کرتا ہے مگر دوسرے مقام پر اسے واضح کر دیتا ہے۔

(۴) خود روایتوں کو اگر وہ صحیح الاسناد ہیں پوری آیت کے لئے بنیادِ تفسیر نہیں قرار دیا جا سکتا بلکہ وہ ایک جزو کی تفسیر ہیں یہ بڑی زحمت ہے کہ لوگ روایتوں کو لے کر چلتے ہیں مگر یہ نہیں غور کرتے کہ اس سے نتائج کیا کیا اور کہاں تک پیدا ہو سکتے ہیں، متقدمین کے یہاں تو اس طرح کوئی غلط فہمی نہیں واقع ہوتی مگر متاخرین کے یہاں اس سے طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں اور ایک دوسرے پر ترک حدیث کا الزام لگا دیا جاتا ہے اور پھر یہاں تو کسی روایت سے یہ ثابت بھی نہیں ہوتا کہ یہود نے کوئی اور تبدیلی نہیں کی تھی اور آیت زیر بحث میں صرف داخلہ کے وقت ہی کی تبدیلی مراد ہے بلکہ قرآن تو پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ انھوں نے داخل ہونے ہی سے انکار کر دیا اور ایک دوسری بات بنا ڈالی جو خدا کی بات کے علاوہ تھی۔

(۵) یہ البتہ کہا جا سکتا ہے کہ صحابہ نے ہماری تاویل کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات اتنی کھلی اور واضح ہے کہ اس کی کسی تفسیر و توضیح کی ضرورت ہی نہیں کیوں کہ قرآن نے اس بات کو دوسری جگہ بالکل صاف کر دیا ہے اور اب ہمیں خود اپنی فہم و فراست سے اسے معلوم کرنا چاہیئے۔ یہ یاد رکھیئے کہ کتابِ حکیم ہمیں تدبر و تفکر کی دعوت دیتی ہے اور اس امر کی تلقین کرتی

ہے کہ اپنے ذہن و دماغ پر زور ڈال کر اس کی آیات کے مطالب معلوم کریں۔

یہ چند باتیں تھیں جو اس آیت کے سلسلہ میں بیان ہوئی ہیں خدا سے دعا ہے کہ وہ ہمارے قلم کی غلطیوں کو معاف کرے اور اس کے غلط اثرات سے لوگوں کو محفوظ رکھے رَبَّنَا لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ۔

مسلمان خواتین کے لئے

اصلاحی، اخلاقی، دینی

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

زیر ادارت: سید محمد ثانی حسنی ـــــ امۃ اللہ تسنیم (ہمشیرہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

آج کے مادی دور میں جب کہ حیا سوز کتابیں اور رسالے گھر گھر پہنچ رہے ہیں اور پردہ نشین خواتین کے ہاتھوں میں یہ ناقابل برداشت لٹریچر پہنچ رہا ہے جس کی وجہ سے خاندان کے خاندان بداخلاقی کے سیلاب میں بہے جا رہے ہیں۔ اس کی سخت ضرورت تھی کہ ان شریف بہو بیٹیوں کو اس گندے اور گھناؤنے ماحول سے بچایا جائے اور ان کے ہاتھوں میں صالح اور اخلاقی لٹریچر پہنچایا جائے۔

اس ضرورت کے پیش نظر ماہنامہ رضوان کا اجرا عمل میں لایا گیا ہے۔ امید ہے کہ یہ رسالہ مسلمان خواتین میں صحیح دینی ذوق، اسلامی جذبہ، قوت عمل اور اخلاقی شعور پیدا کرے گا اور ان کے لئے دلچسپ و دل آویز بھی ثابت ہوگا۔ ہر مرد و عورت کا اخلاقی اور دینی فرض ہے کہ وہ اس رسالہ کو مسلمان گھرانوں میں پہنچائے اور اس کی اشاعت میں نمایاں حصہ لے۔

پاکستان میں رقم جمع کرنے کا پتہ: ادارہ نشر و اشاعت اسلامیات ملتان مغربی پاکستان

چندہ سالانہ ہندستان کے لئے دو روپے آٹھ آنے۔ پاکستان کے لئے تین روپے۔ قیمت فی کاپی چار آنے نمونہ کیلئے ۴ر

دفتر ماہنامہ رضوان لکھنؤ ۲۷ گوئن روڈ لکھنؤ

تزکِ بابری

از

(جناب محمد رحیم صاحب دہلوی)

(۱۲)

خلیل | قلعہ مادو، اوش کے قلعوں میں سے ایک قلعہ ہے۔ جو اس زمانے میں بہت مشہور بھی تھا اور مضبوط بھی تھا۔

تنبل نے اپنے چھوٹے بھائی خلیل کو اس قلعے کے انتظام کے لئے چھوڑ رکھا تھا کوئی ڈھائی سو آدمی اس کے ساتھ تھے۔

قلعہ مادو | ہم پلٹ کر پہنچے اور مادو کے قلعے پر سخت لڑائی لڑے قلعہ بہت مضبوط ہے۔ اس کے شمال کی طرف ایک دریا ہے۔ وہ اتنا اونچا ہے کہ وہاں سے تیر مارا جاتے تو شاید فصیل کے اندر نہ پہنچے اس کا ایک نالہ اسی طرف بہتا ہے قلعے کے نیچے دونوں طرف ایسی فصیل ہے کہ گلی سی بن گئی ہے اور وہ دریا تک گئی ہے پشتے کے چاروں طرف خندق ہے۔ دریا پاس ہی ہے۔ وہاں سے توپ کے گولوں کے برابر بڑے بڑے پتھر لاکر قلعے میں جمع کر لئے۔

پتھروں کی بارش | بہت بڑے بڑے پتھر قلعہ مادو سے برسائے گئے۔ بہوتے کو اور قلعوں پر بھی لڑائیاں ہوئی ہیں۔ مگر کسی قلعے سے اتنے پتھر کسی نے نہیں برسائے۔

عبدالقدوس کو میر بال بال بچا | کتہ بیگ کا بڑا بھائی عبدالقدوس فصیل کے نیچے پہنچ گیا تھا۔ فصیل سے اس پر اتنے پتھر برسے کہ اس کا پاؤں کہیں نہ تک سکا اور وہ معلق ہو کر اس طرح گرا۔ کہ سر نیچے اور پاؤں اوپر تھے۔ وہ اتنی اونچی جگہ سے لڑھکتا ہوا ٹیلے کے نیچے آپڑا۔ لیکن بال بال بچا۔ اور اسی وقت گھوڑے پر سوار ہو کر لشکر میں آپہنچا۔

یار علی بلال | یار علی بلال کے سر میں ایک پتھر لگا۔ اس کا سر پھٹ گیا۔ اس کے لڑکے نے زخم باندھا۔

پتھروں کی مار | اس لڑائی میں بہت سے لوگ پتھروں سے مرے۔

دریائی نالے پر قبضہ | دوسرے دن جو لڑائی ہوئی تو صبح دس بجے سے پہلے ہی دریائی نالے پر قبضہ ہو گیا۔ لڑائی شام تک جاری رہی۔ دریائی نالے پر جو قبضہ ہو گیا۔ تو دشمن پانی نہ لے سکے[1]

خلیل کی گرفتاری | صبح انھوں نے جان کی امان چاہی اور باہر نکل آئے۔

ان کے سردار، خلیل کو جو تنبل کا چھوٹا بھائی تھا۔ ستر اسی بلکہ سو آدمیوں کے ساتھ گرفتار کرکے اندجان بھیج دیا۔ تاکہ احتیاط کے ساتھ وہاں نظر بند رکھا جائے۔

ہمارے امراء، سردار اور اچھے اچھے سپاہی دشمنوں کی قید میں تھے یہ اچھا بدلہ مل گیا۔

آمنے سامنے | مادو کی فتح کے بعد ہم اونجو[2] توبہ نام کے گاؤں میں جا اُترے جو اوش کے علاقے میں ہے ادھر تنبل اندجان سے واپس آکر آنجان میں جا ٹھیرا۔ جو رباط سرہنگ اور چینی کے دیہات میں ہے۔ دونوں لشکروں کا فاصلہ چار میل ہو گا۔

قنبر علی کی بیماری | ان ہی دنوں قنبر علی بیمار ہو کر اوش چلا گیا۔ ہم کوئی چالیس دن یا مہینہ بھر وہیں پڑے رہے۔ کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ لیکن ہمارے غلہ لانے والے اور دشمن کے غلہ لانے والے روز لڑتے بھڑتے رہتے تھے۔

سیدی بیگ کی گرفتاری | راتوں کو لشکر کے چاروں طرف زبردست بندوبست ہوتا تھا۔ خندقیں کھود دی گئی تھیں۔ جہاں خندق نہ تھی وہاں جھانکڑ لگا دیے تھے۔ اور جتنی فوج تھی سب کی سب خندق کے کنارے ہتھیار بند رہتی تھی۔

اتنی احتیاط پر بھی تیسری چوتھی رات کو لشکر میں غل مچ جاتا تھا۔

ایک دفعہ سیدی بیگ طغائی غلہ لانے والوں کا سردار بن کر گیا۔ غنیم کے سپاہیوں نے ایکا ایکی

---

[1] پانی پر قبضہ ہو گیا تھا اس لیے وہ زیادہ دیر باہر نہ ٹھیر سکے [2] مسٹر جان لیڈی نے متن میں ادنجو لکھا ہے ایک ترکی نسخے میں ادنجو ہے۔

جا گھیرا۔ اور لڑائی میں سیدی بیگ پکڑا گیا۔

بائسنقر کی موت | اسی برس خسرو شاہ نے بلخ پر حملے کا ارادہ کیا۔ اور اسی خیال سے بائسنقر مرزا کو بلا کر تنذر لے گیا اور بلخ روانہ ہوا۔

جب وہ اوباج کے مقام پر پہنچا۔ تو کم بخت کافر نعمت خسرو شاہ کو سلطنت کی ہوس ہوئی۔ اور اس نے بائسنقر مرزا جیسے خوش طبع، پر فضیلت اور صاحب حسب و نسب شہزادے کو امرا سمیت گرفتار کر لیا۔ اور دسویں محرم کو کمان کے حلقے سے پھانسی دے کر شہید کر دیا اور اس کے امرا اور مصاحبوں کو بھی مار ڈالا۔

خسرو کی کمینگی | سلطنت کہیں ایسے نالائق اور بے ہنر آدمی کو حاصل ہوتی ہے۔ جس کا نہ حسب نسب درست ہو اور نہ کوئی حیثیت ہو۔ اور نہ جس میں ہنر ہو نہ تدبر، نہ شجاعت نہ انصاف اور نہ عدالت۔

بائسنقر کا نسب | مرزا کی پیدائش اور اس کا نسب :-

وہ ۸۸۲ھ میں حصار میں پیدا ہوا۔ وہ سلطان محمود مرزا کا منجھلا بیٹا تھا۔ سلطان مسعود مرزا سے چھوٹا، اور سلطان علی مرزا، سلطان حسین مرزا اور سلطان ویس مرزا (جو خان مرزا مشہور ہے) سے بڑا۔

اس کی ماں کا نام پشہ بیگم تھا

بائسنقر کی صورت شکل | بائسنقر کا حلیہ یہ ہے

بڑی بڑی آنکھیں، گول چہرہ، میانہ قد، بلیج جوان، چہرہ کا ڈول ترکمانوں جیسا۔

بائسنقر کے طور طریق | اخلاق و اطوار یہ تھے :-

وہ عادل، خوش طبع انسان اور صاحب فضیلت شہزادہ تھا

بائسنقر کا عقیدہ | اس کا استاد سید محمود شیعہ تھا۔ اسی لئے بائسنقر مرزا بھی بدنام تھا۔ کہتے ہیں۔ آخر سمرقند میں اس نے عقیدہ بدل لیا۔ اور پاک اعتقاد ہو گیا تھا۔

---

[1] ایک معروف راستہ ہے اور قبادین کے قریب ہے۔

بائسنقر کا کلام وہ شراب کا بہت شوقین تھا۔ جب شراب نہ چڑھا ئے ہوتا تو نماز پڑھتا شراب کے نشے میں نماز نہ پڑھتا تھا۔

اس کی سخاوت اور فیاضی وسط درجے کی تھی۔ خط نستعلیق کا خوش نویس تھا مصور بھی بُرا نہ تھا۔ شعر بھی خاصا کہتا تھا۔ عادلی[1] تخلص تھا۔ اس کا کلام اتنا زیادہ نہیں ہے کہ دیوان مرتب ہو جاتا۔ یہ مطلع اُسی کا ہے[2]۔

سایہ وار از ناتوانی جا بجا می اوفتم   گر نہ گیرم ردئے دیوار نہ پا می اوفتم

سمرقند میں اس کی غزلیں اتنی مشہور ہیں۔ کہ ہر گھر میں اُن کے اشعار سُن لو۔

بائسنقر کی لڑائیاں وہ دو لڑائیاں لڑا ہے۔

ایک دفعہ سلطان محمد خاں سے لڑا۔

بائسنقر مرزا کے تخت نشین ہوتے ہی سلطان جنید برلاس وغیرہ فتنہ پردروں کے بہکانے اور کیٹر کانے سے سلطان محمود خاں نے سمرقند چھینے کے لئے حملہ کیا۔

وہ آق کوتل[3] ہوتا ہوا رباط سند اور کنبائی کے آس پاس پہنچا۔

بائسنقر مرزا بھی سمرقند سے نکلا اور کنبائی میں مقابلہ کر کے محمود خاں کو شکست فاش دی۔ تین چار ہزار مغل بائسنقر مرزا کے حکم سے قتل کئے گئے۔ حیدر کوکلتاش بھی جو خان کا بہت منہ لگا تھا۔ اسی لڑائی میں مارا گیا۔

دوسری دفعہ بخارا میں سلطان علی مرزا سے لڑائی ہوئی اور بائسنقر مرزا کو شکست ہوئی۔

بائسنقر کے مقبوضہ ملک اس کے قبضے میں یہ ملک تھے :۔

اس کے باپ سلطان محمود مرزا نے اس کو بخارا دیا تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد امرا نے متفق ہو کر اسے سمرقند کا بادشاہ بنایا۔

کچھ مدت تک بخارا اس کی سلطنت میں شامل رہا۔ لیکن ترخانیوں کی بغاوت کے بعد بخارا

---

[1] عادلی [2] یہ شعر اس کی ایک مشہور غزل کا ہے [3] آقا کوتل یعنی سفید راستہ جو آق تاغ پہاڑوں میں ہے۔

قبضے سے نکل گیا۔

میں نے جب سمرقند فتح کرلیا۔ تو وہ خسرو شاہ کے پاس چلا گیا۔ اور خسرو شاہ نے حصار چھین کر اسے دے دیا۔

بائسنقر کی ملکہ | جب وہ خسرو شاہ کے پاس گیا۔ اس زمانے میں اس نے اپنے چچا سلطان خلیل مرزا کی لڑکی سے شادی کی۔ اس کے علاوہ کوئی اور بیوی یا لونڈی نہ تھی۔

بائسنقر کے امراء | اس نے اتنی جم کر حکومت نہیں کی کہ کسی ایک آدمی کو بھی بڑھایا ہو اور امیر بنایا ہو اس کے امراء وہی تھے۔ جو اس کے باپ اور چچا کے امراء تھے۔

سلطان احمد قراول کی آمد | بائسنقر کی شہادت کے بعد قوچ بیگ کا باپ سلطان احمد قراول اپنے بھائیوں، عزیزوں، بال بچوں اور نوکروں سمیت قراتگین[1] سے روانہ ہوا۔ اس نے مجھے خبر بھیجی اور پھر میرے پاس آ گیا۔

قنبر علی کی آمد | قنبر علی اوش میں بیمار پڑا تھا تن درست ہوا تو وہ بھی چلا آیا۔

نیک شگون | اس نازک موقعہ پر سلطان احمد قراول جو اپنے ہمراہیوں سمیت غیبی امداد لے کر آ گیا۔ تو میں نے اسے نیک شگون سمجھا۔ اور دوسرے دن صبح سامان ٹھیک ٹھاک کر کے ہم دشمن کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے۔

دشمن کے پڑاؤ میں | دشمن آسنجان میں نہ ٹک سکا۔ اور اپنے پڑاؤ سے چل پڑا۔ ہم اسی کے پڑاؤ میں جا اترے تھوڑا سا سامان فرش فروش، ڈیرے خیمے وغیرہ ہمارے لشکر کے ہاتھ لگے۔

تنبل خوبان میں | تنبل اسی رات جہانگیر مرزا کو لئے ہوئے ہماری بائیں طرف سے ہوتا ہوا خوبان[2] نام کے گاؤں میں چلا گیا۔ جو ہمارے پہلو میں اندجان کی طرف اندازاً بارہ میل ہوگا۔

---

[1] مسٹر جان لیڈی نے بھی قراتگیں لکھا ہے لیکن قلمی نسخے میں قراتگین ہے۔

[2] خوبان، حصار اور ختلان کے شمالی اور فرغانہ کے جنوبی پہاڑوں میں ہے۔ ایک ترکی نسخے میں اس کو جونان بھی لکھا ہے۔

لڑائی کی تیاریاں | دوسرے دن ہم نے بھی دائیں بائیں اور آگے پیچھے فوجوں کو ترتیب دیا۔ ہتھیار لگائے۔ صف بندی کی۔ اور ان پیدلوں کو جو تورا[1] اٹھائے ہوئے تھے۔ اپنے آگے کیا اور دشمن کی طرف چلے۔

لشکر کی ترتیب | دائیں طرف علی دوست طغائی اور اس کے آدمی تھے۔ بائیں طرف ابراہیم سارد ولیس لاغری، سیدی قرا، محمد علی مبشر، کن جنگ بیگ[2] (خواجہ کلاں کا بھائی) اور بعض دوسرے مصاحبوں کو مقرر کیا۔ ان کے ساتھ سلطان احمد قراول اور کوچ بیگ اور ان کے ساتھی بھی مقرر کئے گئے۔ قاسم بیگ میرے پاس لشکر کے بیچ میں تھا۔ اور قنبر علی لشکر کے آگے آگے تھا۔

پہلی باقاعدہ لڑائی | قنبر علی اور ہمارے بعض دوسرے مصاحب اور ملازم جب سقاناقی گاؤں میں پہنچے۔ جو خوبان سے کوس بھر جنوب و مشرق میں ہے تو دشمن خوبان سے ٹھیک ٹھاک ہو کر نکلا۔ اور ہم بھی پوری احتیاط کے ساتھ بہت جلد آگے بڑھے۔ توروں اور پیادوں کو ترتیب دے دی گئی تھی۔ لیکن وہ مقابلے کے وقت پیچھے کہیں رہ گئے۔ خدا کے فضل سے ان کی ضرورت ہی نہ پڑی۔ اور ان کے پہنچنے سے پہلے ہی ہمارے دائیں بازو کی فوج اور دشمن کا بایاں بازو دو بدو لڑنے لگے۔

خواجہ کلاں کا بھائی کن جنگ بیگ بڑی جوانمردی سے لڑا۔ اس کے بعد محمد علی مبشر نے بھی خوب بہادری دکھائی۔ دشمن اتنا سا حملہ بھی نہ جھیل سکا اور بھاگ نکلا۔

دشمنوں کا قتل | بہت سے دشمن گرفتار ہو کے آئے تو میں نے ان کے قتل کا حکم دے دیا۔

ہمارے امراء میں سے قاسم بیگ اور علی دوست بیگ نے لیکن زیادہ تر علی دوست بیگ نے احتیاط کے خیال اور نقصان کے ڈر سے بھگوڑوں کا دور تک پیچھا کرنے کے لئے کسی کو نہ بھیجا۔ اس

---

[1] تورا کے معنی قاعدہ ہے۔ نہ جانے یہاں کن معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

[2] کی چک بیگ (چھوٹا سردار) خواجہ کلاں کا بڑا بھائی تھا۔

لئے ان کے بہت سے آدمی گرفتاری سے بچ گئے۔

ہم نہیں خوبان میں جا اترے۔ میں پہلے پہل باقاعدہ لڑائی یہی لڑا ہوں۔ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے فتح عنایت کی اور میں نے اس کو نیک شگون جانا۔

جہانگیر سے دادی کی محبت | دوسرے روز میری دادی شاہ سلطان بیگم اندجان پہنچیں۔ تاکہ جہانگیر مرزا پکڑا گیا ہو تو اسے چھڑا لیں۔

اندجان واپس گئے | جاڑا قریب آن لگا تھا۔ آس پاس کہیں بھی غلے اور گھاس کا نام و نشان نہ تھا۔ اس لئے اور کند پر حملہ مناسب نہ جانا۔ اور ہم اندجان واپس چلے گئے۔

ارمیان اور نوشاب | چند دن بعد مشورہ ہوا اور یہ تجویز قرار پائی کہ اندجان میں جاڑا گذارا جائے تو ہم دشمن کو تو کیا نقصان پہنچائیں گے الٹا ڈر یہ ہے کہ دشمن کہیں چوری چھپے اپنا کام نہ کر جائے۔ اس لئے جاڑا ایسی جگہ گذارنا چاہیئے۔ جہاں ہمارے لشکر کو کھانے پینے کی تکلیف نہ ہو اور ہم دشمن کو تنگ بھی کرتے رہیں۔

اس مصلحت کے مدنظر ہم نے اندجان سے رباطک اور چینی کی طرف چل کر ارمیان اور نوشاب کے قریب قیام کیا۔

سیر و شکار | وہاں شکار کھیلنے کے عمدہ موقعے ہیں۔ اور کھیل تماشوں کے لئے اچھے میدان ہیں۔ انلامیش[1] دریا کے قریب جنگلوں میں پہاڑی بکریاں، بارہ سنگھے، اور سور بہت ہوتے ہیں اور جنگل کے ان حصوں میں جہاں دور دور جھاڑیوں کے جھنڈ ہیں۔ جنگلی جانور اور خرگوش بہت کثرت سے ہوتے ہیں۔ اور رنگ برنگ کے ہوتے ہیں۔ وہاں کی لومڑی اور جگہ کی لومڑیوں سے بہت تیز رفتار ہوتی ہے

میں وہاں کے قیام کے زمانے میں دوسرے تیسرے دن شکار کھیلنے جاتا تھا۔ اور بڑے بڑے جنگلوں کو کھنگال کر بارہ سنگھوں اور پہاڑی بکریوں کا شکار کھیلتا تھا۔ وہاں کے تنگ جنگلوں میں جنگلی پرندوں پر شکاری جانور چھوڑے جاتے تھے۔ اور دو شاخہ تیروں سے بھی گرائے جاتے تھے۔ وہاں کا جنگلی پرندہ بہت موٹا تازہ ہوتا ہے۔ جب تک ہم وہاں رہے۔ جنگلی جانوروں کا ڈھیروں گوشت

---

[1] الامیش

پڑا رہتا تھا۔

تنبل کے ساتھیوں کے سر کاٹے

اسی زمانے میں خدا بیروی نشان بردار نے جسے میں نے مہربانی سے نیا نیا امیر بنایا تھا۔ کئی دفعہ تنبل کے رسد لانے والوں کو زیر کیا اور ان کے سر کاٹ کاٹ لایا۔

اوش اور اندجان کے جوانمرد سپاہیوں نے بھی دشمن کو متواتر پریشان کیا۔ دھوکے سے ان کے علاقوں کو تباہ کرتے رہے۔ ان کے گھوڑے پکڑ لائے۔ آدمیوں کو مار ڈالا اور انھیں خوب پریشان کیا۔

قنبر کی ضد

ہم سارے جاڑے وہیں رہتے تو تعجب نہ تھا کہ گرمیوں کے آتے آتے دشمن کو بے لڑے بھڑے تباہ کر دیتے۔ اتنے قلیل عرصہ ہی میں ہم نے اسے تنگ کر دیا اور عاجز بنا دیا تھا۔

عین اس موقع پر قنبر علی نے اپنے علاقہ میں واپس جانے کی اجازت مانگی۔ اس کو ہر چند اونچ نیچ سمجھائی اور منع کیا۔ مگر وہ اور بھی ضد کرنے لگا۔ بہت بے وقوف اور ضدی آدمی تھا۔ مجبوراً اُسے جانے کی اجازت دینی پڑی۔

قنبر کا علاقہ

اس کے علاقے میں پہلے خجند تھا۔ اس دفعہ جو اندجان لیا۔ تو اسفرہ اور کند بادام بھی اُسے دے دئیے۔

ہمارے اُمراء میں قنبر علی کے پاس ہی سب سے زیادہ علاقہ اور سب سے زیادہ آدمی تھے۔ جتنا وہ ذی مقدور تھا۔ اتنا کوئی اور نہ تھا۔

مجبوراً واپس ہونا پڑا

ہم چالیس پچاس دن تک وہاں رہے۔ قنبر علی کی وجہ سے اور لوگوں کو بھی رخصت دینی پڑی اور بالآخر ہم بھی اندجان چلے گئے۔

باموں کو ورغلانے کی کوشش

جتنے عرصے ہم وہاں ٹھیرے۔ تنبل کے آدمی جوڑ توڑ میں لگے رہے۔ اور خان کے پاس تاشقند بھی لوگ آتے جاتے رہے۔

تنبل کے دو اور بھائی

احمد بیگ (جو سلطان محمود خاں کے بیٹے سلطان محمد سلطان کی سرکار کا مختار کل اور خان کا ترمنہ لگا سردار اور تنبل کا چچیرا بھائی تھا) اور بیگ تلبہ (جو خان کے ہاں داروغہ دیوان خانہ تھا اور تنبل کا سگا بڑا بھائی تھا) نے خان اور تنبل کے پاس آ جا کر خان کو آمادہ کر لیا کہ وہ تنبل کی مدد

کرے۔

بیگ تلبہ: بیگ تلبہ جب سے پیدا ہوا مغلستان ہی میں رہا۔ اور مغلوں ہی میں رہ کر چھوٹے سے بڑا ہوا۔ نہ کبھی ہمارے ملک میں آیا۔ اور نہ اس ملک کے کسی بادشاہ کی خدمت میں رہا۔ اس نے ہمیشہ ان ہی خان بھائیوں کی خدمت کی تھی۔

اب وہ اپنے گھر بار اور بیوی بچوں کو تاشقند میں چھوڑ کر خود اپنے چھوٹے بھائی تنبل کے ساتھ ہو گیا۔

قاسم عجب کی گرفتاری: اسی عرصہ میں ایک عجیب حادثہ ہوا۔ میں قاسم عجب کو عارضی طور پر آخشی میں چھوڑ گیا تھا۔ وہ چند آدمیوں کے ہمراہ دشمنوں کے تعاقب میں نکلا اور دریائے خجند پار کر کے ہجراتا[1] پہنچا۔ کہ ایکا ایکی تنبل کے ایک بڑے لشکر سے اس کا مقابلہ ہوا اور وہ فوراً ہی پکڑا گیا۔

سلطان‌نیم نے کاشان گھیرا: تنبل نے جب ہمارے لشکر کی واپسی کی خبر سنی اور اس کا بڑا بھائی بیگ تلبہ خان سے معاملہ طے کر کے آ گیا اور اس کو کمک آنے کا یقین ہو گیا تو تنبل اور کند[2] سے میان دو آب جا پہنچا۔

اسی عرصہ میں کاشان سے تحقیق خبر آئی۔ کہ خان نے تنبل کی مدد کے لئے اپنے بیٹے محمد سلطان خانیکہ (عرف سلطان‌نیم) کو مع احمد بیگ کے مقرر کیا ہے۔ اور ان کے ساتھ پانچ چھ ہزار آدمی ہیں۔ اور انھوں نے ارچہ کنت[3] کے راستے سے کاشان کو جا گھیرا ہے۔

بلا کی سردی: ہم نے بھی ان لوگوں کا انتظار نہیں کیا۔ جو ادھر ادھر گئے ہوئے تھے۔ جتنے آدمی موجود تھے۔ ان ہی کو ساتھ لیا۔ اور اللہ پر توکل کر کے بے توقف اسی کڑکڑاتے جاڑے میں چل پڑے۔ اور اندجان سے سلطان‌نیم اور احمد بیگ پر حملہ کرنے کے لئے بند سالار کے راستے سے روانہ ہوئے۔

رات بھر دم لینے کو کہیں نہ ٹھیرے۔ دوسرے دن آخشی میں قیام کیا۔ اس رات ایسی بلا کی سردی تھی کہ بعض آدمیوں کے ہاتھ پاؤں ٹھٹر گئے اور بہت سے آدمیوں کے کان ایسے ہو گئے جیسے

---

[1] ہجراتا [2] اورزکند [3] ارچہ قند

مرجھائے ہوئے سیب ہوتے ہیں۔

یارک طغائی آشنتی میں ہم زیادہ نہ ٹھیرے۔ یارک طغائی کو عارضی طور پر قاسم عجب کی جگہ چھوڑا۔ اور ہم کاشان پر جھپٹے۔

احمد بیگ۔ اور سلطانیم کی بزدلی کاشان تقریباً کوس بھر ہوگا۔ جو خبر ملی۔ کہ احمد بیگ اور سلطانیم ہمارے آنے کی خبر سن کر پریشان ہو گئے اور فوراً بھاگ کھڑے ہوئے۔

تنبل آن پہنچا تنبل کو جو ہمارے پہنچنے کی خبر ملی۔ تو وہ اپنے بڑے بھائی کی مدد کے لئے آن پہنچا۔ تیسرے پہر کا وقت تھا کہ تنبل کے لشکر کے پیادے توکند[1] کی طرف سے نمودار ہوئے۔ تنبل اپنے بڑے بھائی کے بے موقعے اور جلدی پلٹ جانے اور ہمارے یکایک پہنچنے پر حیران رہ گیا۔

سنہری امیدیں میں نے کہا کہ خدا کی کارسازی ہے کہ وہ ان کو اس طرح لایا۔ کہ ان کے گھوڑوں میں تھکن کے سبب دم نہیں رہا ہے۔ لڑائی ہو جانے تو خدا سے امید ہے کہ ان میں سے ایک بھی بچ کر نہ جا سکے گا۔

دیس لاغری کا مشورہ دیس لاغری وغیرہ نے عرض کیا کہ دن تمام ہوا۔ آج مقابلہ نہ بھی ہو۔ تو یہ بچ کر کہاں جائیں گے۔ کل یہ جہاں ہوں گے۔ ہم وہیں ان کا بھرتہ بنا دیں گے۔

قابو میں آیا ہوا دشمن یہی فیصلہ ہو گیا اور اس وقت لڑائی مناسب نہ جانی۔ اس طرح دشمن کا قابو میں آکر بچ نکلنا اس ترکی مثل کا مصداق ہوا کہ قابو میں آجانے والے کو چھوڑ دیا جائے۔ تو بڑھاپے تک افسوس کرنا پڑتا ہے۔

قلعہ ارخیان دشمن نے صبح تک کی فرصت کو غنیمت جانا۔ اور راتوں رات وہ کہیں ٹھیرے بغیر ارخیان کے قلعے میں چلا گیا۔

بمسکان صبح جب ہم نے دشمن پر چڑھائی کی تو وہ اپنی جگہ سے غائب تھا۔ ہم اس کے پیچھے پیچھے چلے۔ لیکن ہم نے ارخیان کے قلعے کے پاس محاصرہ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اس لئے کوس بھر کے

---

[1] توکند، اوزکند اور کاشان کے بیچ میں سڑک کے شمال میں ہے۔